آخر درست کیا ہے؟

غلامی میں بدل جاتا ہے
قوموں کا ضمیر

غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

مفتی محمد قاسم عطاری*

قرآنِ مجید خدا کا وہ روشن کلام ہے جس کی آیات کے انوار ہر زمانے میں چمکتے آرہے ہیں اور جس کی بے مثل تعلیمات کا اِطلاق و انطباق ہر زمانے پر شان دار انداز میں ہوتا رہتا ہے۔ عقل خدا کی عظیم نعمت ہے جس سے دین و دنیا کا نظام چلتا ہے لیکن یہ لامحدود نہیں بلکہ اس کے اِدراکات کی انتہا ہے، جیسے آنکھ، کان کے اِدراکات کی ایک انتہا ہے، جیسے آنکھ دیوار تک دیکھ سکتی ہے، اُس سے پار نہیں، کان ایک خاص فاصلے تک سن سکتے ہیں، اس سے آگے نہیں، یہی معاملہ عقل کا ہے۔ آنکھ اور کان کی عمومی صلاحیت سے آگے استعمال کے لئے کیمرا، ہیڈ فون وغیرہ استعمال کرنا ضروری ہے، اسی طرح عقل کی نعمت سے محدودات میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے لیکن اس سے آگے کے لئے یا جہاں عقل فیصلہ نہ کرسکے اس سے زائد کے لئے نعمتِ عقل سے استفادہ کے لئے اِسے عطا کرنے والا خالق و مالک کی رہنمائی ضروری ہے۔ جہاں مالکُ الملک کی ہدایت کے خلاف یہ عقل استعمال کریں گے، وہیں سے خرابی شروع ہوجائے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے مقابلے میں نمرود نے اپنی عقلِ کوتاہ اندیش ہی کا مظاہرہ کیا تھا کہ بے گناہ کو قتل کرکے اور سزائے موت کے مستحق کو چھوڑ کر کہنے لگا، دیکھو میں بھی زندگی اور موت دیتا ہوں۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے جھٹلانے پر آمادہ کرنے کے لئے اپنی عقلِ عَیّار ہی استعمال کرکے اپنی قوم کو بیوقوف بنایا تھا، قرآن میں فرمایا: تو فرعون نے اپنی قوم کو بیوقوف بنالیا تو وہ اس کے کہنے پر چل پڑے بیشک وہ نافرمان لوگ تھے۔ (پ25، الزخرف:54) اور قارون نے زکوٰۃ دینے سے انکار کے لئے بھی خدائی حکم کے مقابلے میں اپنے علم و فہم اور عقل و دانش ہی کو استعمال کیا، چنانچہ اس نے کہا: یہ تو مجھے ایک علم کی بنا پر ملا ہے جو میرے پاس ہے۔ (پ20، القصص:78)

اسی سلسلے کا ایک اور واقعہ قرآنِ مجید میں حضرت شعیب علیہ السّلام کی قوم کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السّلام نے اپنی قوم یعنی اہلِ مدین کو دو باتوں کا حکم دیا تھا: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کو تنہا معبود تسلیم کریں اور کسی دوسرے کو خدا نہ مانیں۔ دوسرا حکم یہ تھا کہ ناپ تول میں کمی نہ کریں۔ قوم نے ان دونوں باتوں کا جواب یوں دیا: اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق عمل نہ کریں۔ واہ بھئی! تم تو بڑے عقلمند، نیک چلن ہو۔ (پ12، ھود:87)

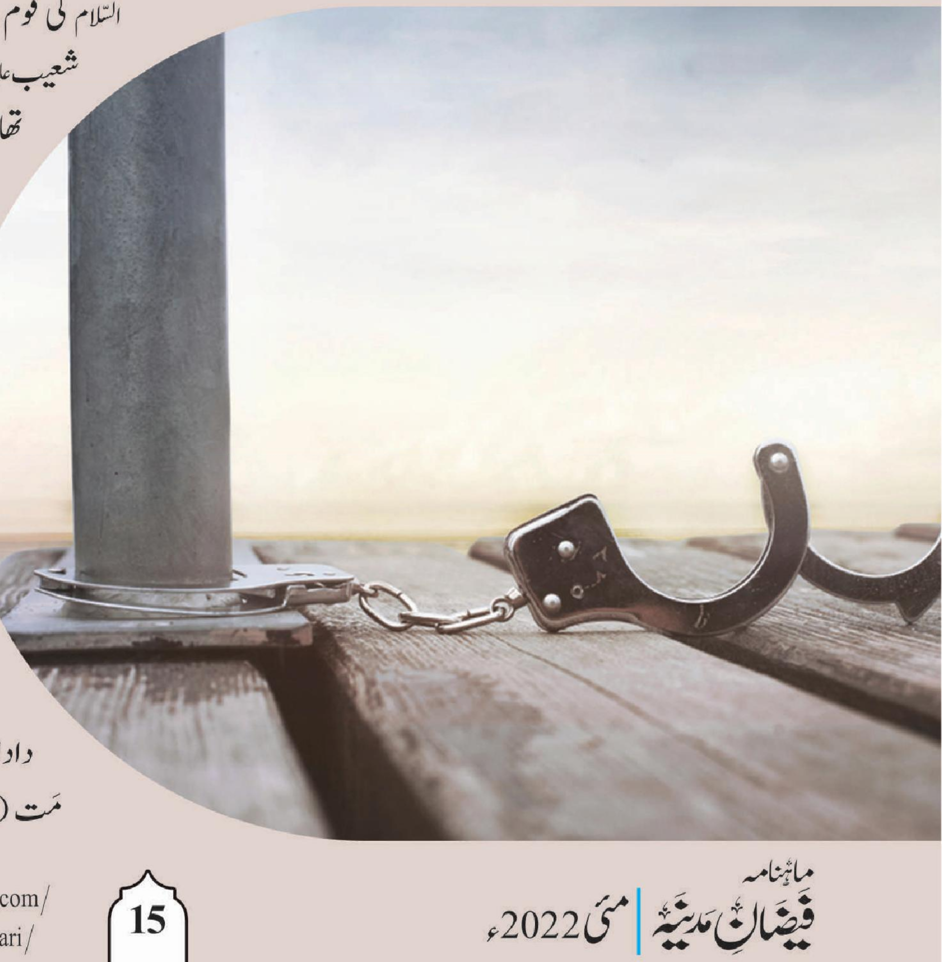

گویا پہلی بات یعنی عبادتِ خداوندی کے مقابلے میں انہوں نے جواب دیا، ”کیا ہم ان خداؤں کی عبادت کرنا چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں۔“ اِس جواب سے اُن کی یہ مَت (سمجھ) ظاہر ہوئی کہ ان کے پاس بت پرستی پر دلیل

* نگرانِ مجلس تحقیقاتِ شرعیہ، دارالافتاء اہلِ سنّت، فیضانِ مدینہ کراچی
www.facebook.com/MuftiQasimAttari/

اپنے آباء واَجداد کی اندھی تقلید تھی، اسی لئے انہیں بہت عجیب لگا کہ بتوں کی پوجا کا جو طریقہ ہمارے پہلے لوگوں نے اپنایا ہے اسے چھوڑ دیں۔ دوسری بات یعنی ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرنے کا قوم نے یہ جواب دیا کہ ”کیا ہم اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق عمل نہ کریں۔“ ان کی اس بات کا مطلب یہ تھا کہ ہم اپنے مال میں پورا اختیار رکھتے ہیں، چاہے کم ناپیں یا کم تولیں۔ گویا عقل استعمال کرنے میں بھی بے عقلی ہے۔ اسی کے متعلق کہا گیا:

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے

اہلِ مدین کے جواب میں ایک اور خوفناک پہلو یہ ہے کہ مدین والے اپنے گمان میں حضرت شعیب علیہ السّلام کو بے وقوف اور جاہل سمجھتے تھے اس لئے طنز کے طور پر انہوں نے حضرت شعیب علیہ السّلام سے کہا کہ تم تو بڑے عقلمند اور نیک چلن ہو۔ (پ12، ھود:87) یہ جملہ ایسے ہی ہے جیسے کنجوس آدمی کو آتے دیکھ کر کوئی کہے، جناب حاتم طائی تشریف لا رہے ہیں۔ اہلِ مدین کے نزدیک خدائی احکام مَعاذَ اللہ بے وقوفی اور جہالت تھے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے آج کل دین پر عمل کو لبرل، دین بیزار لوگ دقیانوسیت، قبائلی زندگی کہہ کر قومِ مدین سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

دین کے احکام اور اس پر عمل کا مذاق اڑانا، عمل کرنے والوں پر تمسخر کرنا، انہیں کم عقل، ناسمجھ اور پرانے زمانے کے لوگ قرار دینا یا ان پر طنزیہ جملے کسنا ہمیشہ سے دین دشمنوں کا وطیرہ رہا ہے، ایک اور مثال ملاحظہ کریں۔ حضرت لوط علیہ السّلام نے اپنی قوم میں پائی جانے والی گندی عادت پر انہیں سمجھاتے ہوئے جب یہ فرمایا کہ تم خدا کا پیدا کردہ فطری طریقہ چھوڑ کر غیر فطری انداز میں جنسی تسکین کی طرف جاتے ہو، یہ تمہاری جہالت ہے اور تم جاہل لوگ ہو۔ (پ19، النمل:55) تو قوم نے ایسی پاکیزہ تعلیم قبول کرنے کی بجائے یہ جواب دیا ہے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ (پ19، النمل:56) پھر کردار کی پاکیزگی اور خدائی ہدایت پر عمل ہی کو مذاق بناتے ہوئے کہنے لگے: ”یہ لوگ تو بڑی پاکیزگی چاہتے ہیں۔“ (پ19، النمل:56) گویا پاکیزگی ان کیلئے باعثِ اِستہزا بن گئی اور اس قوم کا ذوق اتنا خراب ہو گیا تھا کہ انہوں نے اس صفتِ مدح کو عیب قرار دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دین دشمنی اور شرعی احکام سے بیزاری کے نتیجے میں عقل اوندھی ہو جاتی ہے، اسے اچھی چیزیں بری اور بری چیزیں اچھی نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں بھی آزادی کے نام پر لوگوں کی ایک تعداد ایسی ہے جن میں یہ وبا عام ہے اور یہ لوگ جب کسی کو دین کے احکام پر عمل کرتا دیکھتے ہیں تو ان کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے اور اس خرابی کے باعث داڑھی رکھنا برا اور نہ رکھنا اچھا سمجھتے ہیں، داڑھی والے کو حقارت کی نظر سے لیکن داڑھی منڈے کو نگاہِ تحسین سے دیکھتے ہیں۔ داڑھی والے کے ساتھ رشتہ کرنا باعثِ عار جبکہ داڑھی منڈے سے رشتہ کرنا قابلِ فخر تصور کرتے ہیں۔ نماز روزے کی پابندی اور سنتوں پر عمل کرنے والے انہیں اپنی نگاہوں میں عجیب اور اجنبی لگتے ہیں لیکن گانے باجوں، فلموں ڈراموں میں مشغول لوگ، اپنے اپنے محسوس ہوتے ہیں۔ عورتوں کا پردہ کرنا فرسودہ عمل جبکہ بے پردہ ہونا جدید دور کا تقاضا سمجھتے ہیں۔ صرف اپنی بیوی سے باوفا رہنے کو تنگ ذہنی اور اِدھر اُدھر منہ مارنے کو روشن خیالی کہتے ہیں۔ اپنی عورتوں کے غیر محرموں سے دور رہنے کو ندامت جبکہ ان کے غیر مردوں سے ملنے اور قریب جانے کو معاشرتی عزت تصور کرتے ہیں۔ حرام کمائی کو اپنا حق جبکہ حلال کمائی کو صرف وقت گزاری قرار دیتے ہیں۔ امانت و دیانت داری اور سچائی کو بھولپن جبکہ خیانت، جھوٹ، دھوکہ اور فریب کاری کو چالاکی اور مہارت سمجھتے ہیں۔ سرِ دست یہ چند مثالیں پیش کی ہیں ورنہ تھوڑا سا غور کریں تو اچھے کام کو برا اور برے کام کو اچھا سمجھنے کی سینکڑوں مثالیں سامنے آجائیں گی۔ دین کے مقابلے میں عقل کے ایسے غلط اور بے جا استعمال کی حقیقت کُشائی کے لئے قرآنِ مجید کی اس آیت کو مشعلِ راہ بنائیں۔ فرمایا: تو کیا وہ شخص جس کیلئے اس کا برا عمل خوبصورت بنا دیا گیا تو وہ اسے اچھا (ہی) سمجھتا ہے (کیا وہ ہدایت یافتہ آدمی جیسا ہو سکتا ہے؟) (پ22، فاطر:08) مراد یہ کہ یہ شیطان کی کارستانی ہے جو برے عمل کو اچھا بنا کر پیش کرتا ہے۔

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند